راجندر سنگھ بیدی اور انکی افسانہ نگاری (جاری)

از : اکرام علی راشد

مورخہ 6 اکتوبر ۲۰۲۰

راجندر سنگھ بیدی کے افسانوں میں جو عنصر بہت زیادہ نمایاں ہے، وہ غم اور جنسیات (Sex) ہے ۔ ان عناصر کی پیچیدگیوں سے بھرے حالات کو بڑی چابکدستی سے بیدی ،اپنے افسانوں میں پیش کرتے ہیں اور ان کی ایسی پیش کش میں سب سے بڑی خوبی یا وصف یہ ہوتا ہے کہ ایسی باتوں کا اظہار وہ کھلے لفظوں میں قطعی نہیں کرتے بلکہ اشارے و کنائے میں اپنے مخصوص لب و لہجہ اور اسلوب میں کرتے ہیں ۔ اس سلسلے میں یہ اقتباس ملاحظہ ہو

"میرا کاروبار پہلے ہی سے مندا ہے ۔ اگر اندوؔ کوئی ایسی چیز مانگ لے جو میری پہنچ ہی سے باہر ہو تو پھر کیا ہوگا ؟ لیکن اندوؔ نے مدن کے سخت اور پھیلے ہوئے ہاتھوں کو اپنے ملائم ہاتھوں سے سمیٹتے ہوئے اور ان پر اپنے گال رکھتے ہوئے کہا۔ "تم اپنے دکھ مجھے دیدو"

(اپنے دکھ مجھے دیدو)

مندرجہ بالا اقتباس سے مدن کا غم ظاہر ہوتا ہے ۔ مدن اندوؔ کو اپنی چاہت سے بھی بہت زیادہ چاہتا ہے اور اپنا سب کچھ اُسے دینے کو تیار رہتا ہے ۔لیکن اس وقت جب اندوؔ مدن سے ایک چیز مانگتی ہے، تو اُسے اپنی مفلسی کا احساس شدت سے ہوتا ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے اگر اندو نے کوئی قیمتی شئ طلب کرلی تو کیا ہوگا ۔یہ احساس حقیقتاً ایک بڑا المیہ بن کر سامنے آتا ہے، جو ہیرو کی تمناؤں اور آرزوؤں پر ضرب کاری لگانے کے لئے کافی ہے۔

جنس بیدی کا بڑا اہم موضوع ہے ۔ اس سلسلے میں دو اقتباس پیش ہیں ۔جن میں جنس کی تیز آنچ کو شدّت سے محسوس کیا جاسکتا ہے۔

"زمین کی یہ بیٹیاں مرد کو تو یوں سمجھتی ہیں جیسے بادل کا ٹکڑا ہے ۔ جس کی طرف بارش کے لئے منہ اٹھا کر دیکھنا ہی پڑتا ہے۔"

"ان عورتوں کے اپنے اپنے دن بیت چکے تھے پہلی رات کے بارے میں ان کے شریر شوہروں نے جو کچھ کہا اور مانا تھا ، اس کی گونج تک ان کے کانوں میں باقی نہ رہی تھی۔"

(اپنے دکھ مجھے دیدو)

راجندر سنگھ بیدی کو کسی بھی ازم سے وابستہ قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ یہ نہ تو ترقی پسند ہیں اور نہ جدیدیت کے علمبردار ۔ہاں ! ابتدا میں بیدی کسی حد تک ترقی پسند ضرور تھے ۔لیکن آہستہ آہستہ وہ اس قید و بند سے بھی آزاد ہوگئے ۔ وہ کسی بھی ازم ، رجحان یا تحریک کا لبادہ اوڑھنا فن کی بد دیانتی تصور کرتے ہیں ۔بلکہ آزادانہ طور پر زندگی کے حقائق کو پیش کرنے کے قائل ہیں۔

ہاں یہ ضرور ہے کہ بیدی ' پریم چند کے بعد اگر کسی سے متاثر ہیں تو وہ ڈی ایچ لارنس اور موپاساں وغیرہ ہیں ۔ کیونکہ ان لوگوں کی کہانیاں زندگی کے بہت قریب ہیں ۔ چیخف کا اثر بھی انہوں نے بہت زیادہ قبول کیا ہے۔ اس کی وجہ خود بیدی بتاتے ہیں کہ :

"اس کے یہاں افسانہ کہنے کی کوشش کہیں نہیں دکھائی دیتی ۔ وہ زندگی کی باتیں کرتا ہے اور زندگی کا ایک ایک ٹکڑا یوں کرکے آپ کے سامنے رکھتا ہے۔"

بیدی کے افسانوں میں بہت ساری خوبیوں کے ساتھ ساتھ چند خامیاں بھی دیکھنے کو ملتی ہیں اور یہ خامیاں ہیں ،ان کی زبان کا استعمال ۔ بیدی اپنے افسانوں میں کہیں کہیں ایسی زبان استعمال کرجاتے ہیں، جن سے ہم قطعی ناواقف ہوتے ہیں ۔ سخت پنجابیت بھی بعض جگہ ان کے افسانوں کی زبان کو مجروح کرتی ہے ۔ممکن ہے اس سلسلے میں بیدی کی یہ دلیل ہو کہ ماحول کے اعتبار سے زبان کا استعمال ضروری ہے ۔تو یہ امر قابل قبول ہے ۔لیکن کہیں کہیں وہ اپنے کردار سے ایسی باتیں بھی کہلواتے ہیں ' جیسے :

"کیا جندگی کا مجا نہیں ؟ اندو نے صدمہ زدہ لہجے میں کہا۔"

"مرد عورت شادی کس لئے کرتے ہیں ۔۔ پھر اندو کہتی ہے۔"

"میں پورا لٹیرا ہوں ، تم نہیں جانتے ؟ سخی اور لٹیرا جو ایک ہاتھ سے لوٹتا ہے اور دوسرے ہاتھ سے گریب گربا کو دیتا ہے۔"

اندو کچھ دیر چپ رہی اور پھر اپنا منہ پرے کرتے ہوئے بولی" اپنی لاج ۔۔ اپنی خوشی۔۔۔ اس وقت تم بھی کہہ دیتے۔۔۔"

(اپنے دکھ مجھے دیدو)

مندرجہ بالا جملے کی ادائیگی "اپنے دکھ مجھے دیدو" کی ہیروئن اندو کی زبان سے ہوتی ہے ۔ اندو "شادی "اور "خوشی" اور "وقت" جیسے الفاظ ادا کرتی ہے اور پھر اس کی زبان سے "جندگی"" مجا" اور "گریب گربا" جیسے الفاظ بھی نکلتے ہیں ۔ حیرت ہے بیدی جیسے بڑے افسانہ نگار سے اتنی بڑی غلطیاں کیسے سرزد ہوئیں۔

ان چند خامیوں کو نظر انداز کردیا جائے تو مجموعی طور پر بیدی کے افسانوں کے مطالعہ کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ بیدی بقول سعادت حسن منٹو ، لکھنے سے پہلے سوچتے ہیں اور لکھنے کے بعد سوچتے ہیں ،جس کا یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ بیدی کے افسانوں میں فنی پہلو داری ، نفسیاتی گہرائی اور سماجی تقاضوں کی گہرائیاں ہوتی ہیں ، اس لئے انہیں جتنی بار پڑھا جائے ، معنویت ، تحیر اور فکر و فن کے نئے نئے جہت سامنے آتے ہیں۔

(ختم شد)

Scanned with CamScanner